Oriental College Magazine, Vol.102, No. 03, Serial No. 385, 2026

کشمیری ڈرامہ کا سرخیل علی محمد لون

ثمینہ کوثر، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Ali Muhammad lone: The Pioneer of Kashmiri Darama

Samina Kausar, PhD
Assistant Professor of Kashmiriat
University of the Punjab, Lahore

Abstract

Ali Muhammad Lone is widely recognized as a pioneer of modern Kashmiri drama. The 20th century was marked by severe turmoil in Kashmir, where the masses faced the harsh realities of autocratic rule. During this challenging era, Ali Muhammad Lone used his dramatic works as a voice against oppression. His plays, broadcast on the radio and performed live on stage, played a pivotal role in raising social and political awareness among the people of Kashmir.

Keywords:
Ali Muhammad Lone, Kashmiri drama, political awareness, Mazmoon Ghubar-e-Karwan

بیسویں صدی کے آغاز میں جہاں برصغیر میں کچھ انقلاب آفرین سیاسی و سماجی حالات نے کروٹ لی وہاں کشمیر میں بھی ان سیاسی و سماجی تبدیلیوں نے یہاں دبی ہوئی تحریکیوں پر خاصہ اثر ڈالا جہاں ایک طرف برصغیر میں آزادی کی تحریک پورے عروج پر تھی وہی دوسری طرف کشمیر میں ڈوگرہ مہاراجہ کے مظالم کے خلاف ایک عوامی بغاوت جنم لے چکی تھی۔

برصغیر میں ۱۹۴۷ کے بعد جو تقسیم ہوئی اس کے نتیجے میں کشمیری معاشرے میں ایک انقلاب برپا ہوا لوگ سیاسی طور پر بیدار ہو چکے تھے اور اب ان میں سماجی شعور بیدار کرنے اور یہاں ادب اور آرٹ کو ترقی دینے کا وقت آچکا تھا۔ ان حالات کے نتیجے میں کلچرل فرنٹ کے نام سے ایک محاذ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے تحت سلسلہ وار ادبی اور ثقافتی پروگراموں کا آغاز کیا گیا اور مختلف موضوعات پر ڈرامے پیش کیے گیے تاکہ عوامی رائے عامہ ہموار ہو اور قوم پرستی کے جذبے کو مضبوط کیا جاسکے ان ڈراموں کے ساتھ کشمیر میں سٹریٹ تھیٹر کا بھی آغاز ہوا۔ اس مقصد کے لیے جو ڈرامے لکھے گئے اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ گاوں کی زندگی کے قریب تر ہوں۔ بقول پران کشور:

> "یہاں کے معاشرے میں انقلاب لانے کے لیے اُس وقت جو ترقی پسند اقدامات عوامی حکومت کر رہی تھی اُن کی وضاحت کرنے اور اُن کے فائدوں سے کسانوں کو روشناس کرنے کے لیے ایسے کئی ڈرامے وادی کے کونے کونے میں کھیلے گئے اور گاوں کے لوگ اُن سے کافی متاثر ہوئے۔"(۱)

بیسویں صدی میں برصغیر میں جو ادبی میدان میں انقلاب برپا ہوا۔ اس کا سہرا ہندوستانی ادیبوں کے سر جاتا ہے۔ جنہوں نے ادبی میدان میں نئی نئی اصناف تخلیق کیں۔ نئے نئے موضوعات پر قلم آزمائی کی تو ایسے میں کشمیر کی ادبی فضا میں بھی ایک نئے اندازِ فکر نے جنم لیا اور کشمیری ادیبوں نے بھی اس ادبی انقلاب میں اپنا حصہ ڈالا چونکہ کشمیر میں یہ سیاسی افراتفری اور انتشار کا دور تھا اور کشمیری غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ایسے میں کشمیری ادیبوں نے اپنے قلم کے ذریعے اس ظلم کے خلاف اپنی بھڑاس نکالی اور ایسے ناساز حالات میں کشمیری ڈرامہ نویسوں نے شاہکار ڈرامے تخلیق کر کے کشمیریوں کے اندر ایک طوفان برپا کر دیا۔ ان ڈراموں نے کشمیریوں کے اندر سماجی شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان ادیبوں میں سر فہرست نام علی محمد لون کا ہے۔ قلم کار، ادیب، افسانہ نگار، ناول نگار، ڈرامہ نگار اور ترجمہ کار علی محمد لون کشمیر کی ادبی اور تمدنی تاریخ کا وہ نام ہے۔ جو تب تک رہے گا جب تک تاریخ زندہ رہے گی۔

علی محمد لون کشمیری زبان وادب کا وہ بلند قامت نام ہیں جس نے کشمیر میں کشمیری زبان وادب کو عروج بخشا خاص طور پر اُنکے ڈراموں نے کشمیر کے مظلوم اور تباہ حال معاشرے کی بھرپور عکاسی کی۔ علی محمد لون ۲۷ ستمبر ۱۹۲۶ء میں سری نگر کے محلہ دُر گجن میں پیدا ہوئے ۔بقول ناجی منور، شفیع شوق:

علی محمد لون زاو ۱۹۲۶ء منز درو گجن سرینگر، کالجس منز پرنس دوران ہیوت تمی اُردو ہس منز لیکھن تہ ترقی پسند نظریو سئیتی متاثر سپد تھ گوو تحریک سیئتی وابستہ، کاشر س منز چھ تمی افسانو علاوہ واریاڈرامہ لیکھی متی تہ سپد چھن ترجمہ تہ کورمت تمی لیچھ اکھ ناول تہ "اسی تہ چھ انسان"۔ سُہ رُودریڈیو کشمیر س منز اسٹنٹ پروڈیوسر تہ تمہ پتہ کلچرل اکیڈمی ہند ڈپٹی سیکرٹری۔(۲)

ترجمہ: علی محمد لون ۱۹۲۶ میں در گجن سرینگر میں پیدا ہوئے۔ کالج میں پڑھنے کے دوران انہوں نے اردو میں لکھنا شروع کیا اور ترقی پسند نظریہ سے متاثر ہو کر ترقی پسند تحریک کے ساتھ وابستہ ہو گئے کشمیر ی میں انہوں نے افسانوں کے علاوہ کئی ڈرامے لکھے اور تراجم بھی کیے ہیں۔ انہوں نے "اسی تہ چھ انسان "(ہم بھی انسان ہیں) کے نام سے ایک ناول بھی لکھا وہ ریڈیو کشمیر میں اسسٹنٹ پروڈیوسر رہے اور اس کے بعد کلچرل اکیڈمی کے ڈپٹی سیکرٹری بنے۔

علی محمد لون کی ادبی شخصیت کے اس گلدستے کی وجہ اُن کے والد صاحب کی علم و ادبی شخصیت تھی جس کو علی محمد لون نے کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے۔

میرے والد صاحب کو فارسی زبان و ادب سے بے حد دل چسپی تھی ۔اکثر اوقات اس کا مطالعہ فرماتے بعض اوقات سردیوں کی طویل راتوں میں ہمیں اپنے پاس بٹھا کر طلسم ہوش رُبا، گُلستان، بُوستان اور چہار درویش کی دل چسپ کہانیاں سناتے۔ شیخ سعدی اُن کے محبوب شاعر تھے۔ اس لیے کسی نہ کسی مناسب موقعے پر فارسی اور اُردو شُعراء کے کلام سناتے تھے۔(۳)

گویا،لون صاحب کی شخصیت میں ادب کے مختلف مختلف رنگوں کی بنیاد بچپن سے ہی پڑ چکی تھی جس میں والدین کی تعلیم و تربیت کا اہم کردار تھا۔ علی محمد لون نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے پرائمری سکول سے شروع کی اور اسی دوران جب آپ آٹھویں جماعت تک پہنچے اسوقت تک آپ طلسم ہوش رُبا کے اکثر حصے،ڈپٹی نذیر احمد اور عبدالعلیم شرر کے ناول اور پریم چند اور سُدرشن کے افسانوں کو مکمل پڑھ چکے تھے نے لون صاحب نے ابتدائی تعلیم در گجن کے سرکاری پرا ئمری سکول اور اسلامیہ مڈل سکول سے حاصل کی۔ اُس کے بعد ایس۔ پی ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ جہاں سے آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۴۴ء میں ایف۔اے پاس کیا اور اس کے بعد امر سنگھ کالج سے ۱۹۴۶ء میں فرسٹ ڈویژن میں ،پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا وہ سکول سے تعلیم حاصل کرنے والے خاندان کے پہلے بچے تھے۔لون صاحب بہت ذہین تھے مطالعہ بینی کے شوق کی بدولت وظیفے حاصل کیے، علی محمد لون اپنے ادبی مزاج کی بدولت کالج پہنچنے سے پہلے ہی انجمن ترقی پسند مصنفین کی تحریک سے متعارف ہو چکے تھے۔اُس زمانے میں اُنہیں جو بھی قابل قدر چیز ملتی اُس کا ضرور مطالعہ فرماتے تھے۔اس لیئے جب آپ کالج پہنچے تو انگریزی زبان و ادب سے دل چسپی پیدا ہوئی کئی روسی ناولوں اور افسانوں کے انگریزی تراجم کا مطالعہ فرمایا، کارل مارکس (Karl Mex) کو بھی پڑھا اور لینن (Linen) کو بھی ہیزک (Hezak) کے ڈرامے ،چیخوف (Chekhov) کے افسانے اور داستوویسکی (Dostoevsky) کے ناول کا بھی مطالعہ کیا(۴)

لون صاحب جب کالج میں پڑھ رہے تھے وہ قومی اور بین الاقومی لحاظ سے بہت اہم دور تھا۔یہ دوسری جنگ عظیم کا دور تھا بر صغیر میں انگریز سامراج کے ظلم و ستم کے خلاف آوازیں اٹھ رہی تھیں تحریکیں چل رہی تھیں۔اس زمانے میں ریڈیو نے بہت اہم کردار ادا کیا۔

لون صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کرنے کے بعد ملازمت کا آغاز کیا ۱۹۴۶ء میں وہ روزنامہ "خدمت" مقامی اخبار کے ساتھ بحثیت اسسٹنٹ ایڈیٹر دو سال تک خدمات سرانجام دیتے رہے اس کے بعد انہوں نے جموں وکشمیر ملیشیا میں بطور پولٹیکل کمانڈر کام کیا۔ یہ ملازمت بھی آپ کے مزاج کو موافق نہ آئی تو انہوں نے ریڈیو کشمیر میں کلرک کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔

پروگرام سیکرٹری، سکرپٹ رائٹر اور اسسٹنٹ پرڈیوسر کے منصب پر فائز رہنے کے بعد ۱۹۶۵ء میں آپ ڈپٹی سیکرٹری بن کر کلچرل اکیڈیمی پہنچ گئے۔اُس وقت کے وزیر اعلی خواجہ غلام محمد صادق نے جو کہ لون صاحب کی ادبی، تخلیقی اور انسانی خوبیوں سے بخوبی واقف تھے۔انہوں نے لون صاحب کے حوالے سے سے کہا:

ریاستچہ ثقافتی تہ تمدنی تحریک پوچھر دنہ خاطر چھ لون صائبس ہیو ہمہ جہت ادیبے موزوں۔(۵)

ترجمہ: ریاست کی ثقافتی اور تمدنی تحریک کو ترقی دینے کیلئے لون صاحب جیسی ہم جہت شخصیت نہایت موزوں ہیں۔

یہ خواجہ غلام محمد صادق صاحب ہی تھے جن کی بدولت لون صاحب ریڈیو کی ملازمت چھوڑ کر کلچرل اکیڈمی پہنچے جہاں سے آپ ۵۵ برس کی عمر میں ریٹائر ہو گئے جبکہ ریڈیو کی ملازمت میں ریٹائرمنٹ کی عمر ۶۰ سال تھی۔بقول بھوانی بشیر یاسر:

علی محمد لون اور کشمیری ڈرامہ کشمیر میں جدید تحریک کو منظم کرنے میں لون صاحب کا نہایت اہم کردار ہے۔ خاص کر کلچرل اکیڈمی میں ڈپٹی سیکرٹری رہ کر بھی انہوں نے کشمیر کے دیہی علاقوں میں اور ضلعی سطح کے ڈراموں کی نگرانی کرتے ہوئے جدید تھیٹر کی تحریک کو آگے بڑھایا اور ترقی دی۔(۶)

علی محمد لون نے ۱۹۴۹ء میں مائسمہ میں شادی کی۔ آپ کی شریک حیات کا نام زینہ تھا جس کو لون صاحب زینت لکھتے تھے۔ وہ ایک سیدھی سادی گھریلو خاتون تھیں۔ اُن دونوں کو اللہ نے پانچ بیٹیوں سے نوازا جن کو لون صاحب نے اعلیٰ تعلیم سے نوازا اور اچھے گھرانوں میں اُن کی شادیاں کیں۔ بیٹیوں کی پیدائش اور بیٹا نہ ہونے کا لون صاحب نے کبھی بھی اپنے دل پر اثر نہ لیا۔

علی محمد لون کی وفات ۲۱ دسمبر ۱۹۸۷ء میں ایک ٹریفک حادثے میں ہوئی۔ اُس دن پورے کشمیر میں اس عظیم اور بلند پایہ ادیب اور ڈرامہ نگار کی حادثاتی موت پر صف ماتم بچھا ہوا تھا۔ سارے علمی اور ادبی حلقوں میں چاہے شہر میں ہو یا گاؤں میں ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور تمام نشریاتی اداروں پر لوں صاحب کی ادبی خدمات کے پس منظر میں پروگرام پیش کیے گئے۔ جو کہ اس بات کا ثبوت ہے کہ لون صاحب ایک اعلیٰ پائے کے ادیب تھے جن کے ڈرامے لوگوں میں بہت مقبول تھے۔ بقول ڈاکٹر حسرت حسین:

> ان کے ڈراموں میں ایک ایسا ادبی رنگ موجود تھا جو اسوقت کے انگریزی، روسی اور جاپانی ڈراموں میں نظر آتا تھا۔(۷)

کشمیر میں ڈرامہ کی عوامی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ ریڈیو کشمیر پر نشر ہونے والے ڈرامے تھے۔ بقول مکھن لال صراف:

> ڈرامے کے علاوہ جو کام لون صاحب نے ترجمے کے حوالے سے کلاسیکی ادب میں کیے اُس کی پذیرائی تب تک ہوتی رہے گی جب تک کشمیری فنکاروں اور فن شناسوں جیسی کشمیری قوم زندہ ہے۔ روسی زبان میں میکیسم گورکھی (Maxim Gorki) کے ضینم ناول The Mother کا لون صاحب نے انگریزی ترجمے کو کشمیری زبان میں "موج" کے نام سے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ کشمیری زبان میں ایک بہت بڑا اضافہ ہے۔ اس ترجمے پر لون صاحب کو روس کا نہرو ایوارڈ عطا کیا گیا اور اس سلسلے میں انہوں نے روس کا دورہ بھی کیا۔(۸)

جس وقت علی محمد لون نے دڑامے لکھنے شروع کیے اسوقت کشمیر میں ڈرامے کی عمر محض ۲۰ سال تھی۔ کسی بھی صنف کی ترقی کے لیے بہت کم وقت ہے مگر علی محمد لون نے اپنی ادبی کاوشوں سے کشمیر میں

ڈرامے کی صنف کو بہت کم مدت میں بالغ اور سنجیدہ بنا دیا۔ لہذا یہ کہنا ضروری ہے کہ کشمیر میں جدید ڈرامہ کا ارتقاء اور علی محمد لون کی ڈرامہ نگاری کا فن ہمیں ساتھ ساتھ پھلتا پھولتا نظر آتا ہے۔(۹)

ریڈیو کشمیر سے وابستہ رہنے کی وجہ سے علی محمد لون نے ریڈیو کیلئے اُردو، کشمیری دونوں زبانوں میں سب سے زیادہ ڈرامے لکھے۔ ان کے ابتدائی ڈراموں میں "چراغ اور سائے" اور "غدار" قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں لون صاحب نے اُردو ڈرامہ "گھروندے" لکھا جس کو کچھ عرصے بعد "آگر آش سور" کے نام سے کشمیری زبان میں ریڈیو پر نشر کیا گیا کہ یہ ڈرامہ ڈل میں رہنے والے ہانجیوں (ملاحوں) کی زندگی کی ایک تلخ حقیقت کی پردہ کشائی کرتا ہے۔ جس پر ہانجیوں نے بہت احتجاج کیا۔ ان کا دوسرا مشہور ڈرامہ "جھیل بُلا رہی ہے" جس کو ریڈیو کشمیر میں پر نشر کیا گیا۔ اس ڈرامے کو کچھ ضروری ترامیم کے بعد سٹیج پر پیش کیا گیا جس پر ڈرامہ نگار علی محمد لون کے ڈرامے کو کلچرل اکادمی کی طرف سے بہترین ڈرامے کا انعام دیا گیا ۱۹۷۵ء میں کلچرل اکادمی کی طرف سے پر ان کشور کی ہدایت کاری میں ریاست سے باہر دہلی میں بھی اس ڈرامے کے شو پیش کیے گئے۔ یہ ڈرامہ جھیل وولر کے مچھلی پکڑنے والے ہانجیوں کے بارے میں تھا۔

ریڈیو کشمیر پر نشر ہونے والے ڈراموں میں لون صاحب کے جو ڈرامے مشہور ہوئے اُن میں قابل ذکر نام کچھ اسطرح سے ہیں "ژور" "تازی بٹنی" روح تہ روتل"، "کنڈی صحراوتہ وجود"، "میانہ جگر کہ دادووتھ" کے علاوہ سلسلہ وار ڈرامہ "لالہ جو اینڈ سنز" کتھاسرت ساگر کی کہانیوں سے ماخوذ "ویتال پچیسی" اور "ویتھ روز پکان" کی تیسری قسط آل انڈیا میں ریڈیو پروڈکشن مقابلے میں شامل کی گئی اور اُس کو بنگالی ڈرامے کے ساتھ انعام سے نوازا گیا۔ بقول سر کمار داس:

> Kashmiri did not have any modern drama worth its name before the introduction of the language over the airwaves. Ali Muhammad Lon's radio serial "TE WETH ROOZ PAKAN" was a land mark in Kashmiri theatre history.(10)

اس ڈرامے میں کشمیر کی تاریخ کے ایک خاص دور کا احاطہ کیا گیا ہے۔ لون صاحب اس دور کے حوالے سے کشمیریوں کی مظلومیت، غریب، افلاس، بیگاری، سیاسی استحصال اور سماجی ابتری کی دردناک صورتحال کو ڈرامے کے ذریعے سامنے لے کے آئے۔ اس ڈرامے کی تیسری قسط لون صاحب کی پہچان بن گئی۔

۱۹۶۱ء میں ٹیگور صاحب کی صد سالہ تقریبات میں اُنکے کئی ڈراموں کے کئی زبانوں میں تراجم کیے گئے۔ اس میں لون صاحب نے "مکت دھارا" کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا جو کہ ساہتیہ اکادمی کی طرف سے "ترے ناٹک" کتاب میں شائع ہوا۔(۱۱)

۱۹۶۷ء میں لون صاحب نے " تقدیر ساز " کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا۔ جو سری نگر رنگ منچ کی طرف سے ۱۹۶۸ءمیں کلچرل اکادمی کے سالانہ فیسٹول کے موقع پر مکھن لال صراف کی ہدایت کاری میں سٹیج پر پیش کیا گیا۔اس ڈرامے کو دیکھنے کے بعد اس کے حوالے سے ہمارے کشمیر کے ایک نا مور صحافی اور دانشور شمیم احمد شمیم نے اپنے اخبار "آئینہ" میں لکھا۔

> علی محمد لون کا لکھاہوا کشمیر ی ڈراما "تقدیر ساز" دیکھ کر کشمیری ادیبوں اور فنکاروں پر میرا اعتماد بحال ہو گیاہے۔لون صاحب کا ڈراما کشمیر کے موجودہ سماج اور ماحول پر ایک گہرا کا میاب طنز ہے۔ اور انہوں نے بڑی فنکاری اور چابکدستی کے ساتھ سیاسی لیڈروں، سوشل ریفارمروں ، ادیبوں ، اَن پڑھ اور ابن الوقت اخبار نویسوں ، ترقی پسند اور آزاد خیال مفکروں کے چہروں سے ریاکاری اور ظاہر داری کا غازہ اُتار کر انہیں بے نقاب کر دیا ہے۔ "تکنیک کے اعتبار سے"، "تقدیر ساز" کشمیر اور کشمیری زبان میں ایک نیا تجربہ ہے۔(۱۲)

علی محمد لون او پیرا لکھنے میں بھی کسی طرح پیچھے نہ رہے۔ اگر چہ کشمیری زبان میں او پیرا لکھنے کی روایت دینا ناتھ نادم نے دلی میں ۱۹۵۳ء میں "بومبرتہ یمرزل "کا او پیرا لکھ کے ڈالی مگر جب کلچرل اکادمی ۱۹۷۵ءنادم صاحب نے "وتستا" پیش کر کے او پیرا کا ایک سلسلہ شروع کیا تو علی محمد لون نے "اردو زبان میں " ہمالیہ کے چشمے کے نام سے ایک او پیرا لکھا جو کہ کلچرل اکادمی کی طرف سے ہندوستان کے کئی شہروں میں پیش کیا گیا۔(۱۳)

علی محمد لون کشمیری ڈرامہ کے ابتدائی ڈرامہ نگاروں میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں کشمیری ڈرامہ کی تاریخ میں لون صاحب کے ڈرامے کشمیریوں کی غریبی اور لاچاری دکھاتے ہیں۔ ناخواندہ ہونے کیوجہ سے ہر ظلم برداشت کرتے تھے اور اُن کے چہرو ں کی اداسی اور بے بسی لون صاحب کے لیے تکلیف کا باعث تھی۔ یہی وجہ ہے کہ لون صاحب اپنے ڈراموں میں کشمیریوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کے ساتھ ان کو مختلف طریقوں سے بیدار کرنے کی کوشش بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ لون صاحب کے ڈراموں کی تعداد تقریبا"ڈیڑھ سو کے قریب ہے۔

"وینتھ روز پکان " اس ڈرامے میں اس دور کی عکاسی کی گئی ہے ،جب کشمیری بیگار کے لیے زبردستی پہاڑی اور دشوار گزار علاقوں میں بھیجے جاتے جہاں وہ کئی سال اپنے گھر والوں سے دور رہتے اکثر تو گھر واپس آتے ہی نہیں تھے ۔ اس صورت حال میں اُن کے اہل و عیال کن تکلیفوں اور پریشانیوں سے

گزرتے تھے اس کو دیکھ کر ہی دل کٹ کر رہ جاتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ اس ڈرامے میں اس ظلم کی بھی پردہ کشائی کی گئی ہے جب کشمیر کے شال بافوں پر حکومت نے ٹیکس عائد کر دیا اور ان کو ہدایت کی گئی کہ وہ اور کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اگر وہ کاریگر کوئی اور کام کر لیتا تو اُس کا انگوٹھا کاٹ دیا جاتا۔ اسکے علاوہ اُن کا ڈرامہ "تقدیر ساز" کشمیر کے سماج اندر پھیلنے والی برائیوں کی عکس بندی کی ہے۔ اس ڈرامے میں لون صاحب رشوت خوری جیسی بدعت سے پردہ اُٹھایا ہے۔(۱۴)

لالہ جو اینڈ سنز، ڈراما اُس ظلم کے خلاف آواز ہے جب کشمیر میں فصل پک کر تیار ہو جاتی تو ڈوگرہ سپاہی آکر کسان کی فصل اُٹھا کر لے جاتے اور جاگیر دار اپنے گھر بیٹھ کر کسان کی فصل پر عیش کرتا۔

"میانہ جگر کہ دادو تھ "کا ڈرامہ نفسیاتی اور انفرادی کشمکش کو سامنے لاتا ہے۔" کُنڈی صحر اوتہ وجود "ڈراما ہماری تہذیبی، سیاسی، سماجی، اقتصادی ثقافتی اور تواریخی پس منظر ہمارے رے سامنے لاتا ہے۔" دور لبھ پنڈت "سچ بولنے پر سزا ملنے کی روداد ہے۔

علی محمد لون کشمیری زبان میں ڈراما نگاری کا اور خصوصاً ریڈیو ڈرامہ میں ایک نہایت معتبر نام ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے سب سے زیادہ ڈرامے لکھے بلکہ اس لیے بھی کہ انھوں نے کشمیری اور اُردو زبان میں کچھ بہترین ڈرامے لکھے جن میں اُن کا ابتدائی ڈرامہ "وز اچھے سانی" (اب ہمارا وقت ہے)نمایاں ہے۔ بقول مجید مضمر:

"وز چھے سانی" کولون صاحب کا اولین کشمیری ڈرامہ کہا جاتا ہے۔(۱۵)

علی محمد لون کا یہ ڈرامہ کشمیر میں انتہائی مقبول ہوا کیونکہ اس میں کشمیر کے لوگوں میں امید پیدا کی گئی کہ جو غربت اور بد حالی کی لہر کشمیر میں پھیلی ہوئی ہے اب وہ ختم ہو جائے گی اور آنے والا کل روشن ہے، خوشحال ہے اور اقتصادی حالات بدلنے والے ہیں اور اچھے دنوں کی باری ہماری ہے۔ اب ہمارا حق ہے کہ ہم خوشحال ہوں ۔ بقول اوتار کرشن رازدان:

> اگر چہ یہ ایک ڈرامہ تھا مگر اُس وقت لوگوں نے اس کو بہت پسند کیا اور لون صاحب لوگوں کے ہیرو بن گئے۔(۱۶)۔

علی محمد لون کو کشمیر میں ڈرامہ لکھنے والوں میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ لون صاحب کے لکھے گئے ڈراموں میں "سُیا" کو سب سے اہم مقام حاصل ہے۔ بقول مجید مضمر:

یو دے علی محمد لون صابن "سیا" ڈراما ور آے کہیں تہِ آسہے نہ لیو کھُمت تو تہِ آسہے کا شرس ادبس منز خصوصاً ڈراما نگاری منز تمِس اکھ بوڈ مقام حاصل - (۱۷)

ترجمہ: اگر علی محمد لون صاحب نے "سُیا" ڈرامہ کے علاوہ کچھ بھی نہ لکھا ہوتا تو تب بھی کشمیری ادب میں خصوصاڈرامہ نگاری میں انہیں ایک بلند مقام حاصل ہوتا۔

ڈراما "سُیا" ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا اور ۱۹۷۲ء میں اس کو سائیتہ اکیڈمی کی طرف سے ایوارڈ دیا گیا۔ علی محمد لون نے اس ڈراما کا موضوع تاریخ کے صفحات سے لیا ہے۔ لون صاحب اس کے موضوع کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ: سُیا چُھ اکھ تواریخی ڈراما(۱۸) ترجمہ: "سُیا" ایک تاریخی ڈرامہ ہے

لیکن یہ کوئی دستاویز نہیں ہے بلکہ ڈراما نگار نے اس میں وہ تمام فنی رعایتیں برتی ہیں جو اسے فکشن بنا دیتی ہیں۔ تاریخ کے ایک کردار کے ذریعے سے ایک ایسا موضوع اس میں پیش ہوا ہے جس کی معنویت آج بھی ہے۔ جہاں تک ڈرامہ لکھنے کا مقصد کا تعلق ہے تو مصنف کا موقف یہ ہے کہ:

> اس میں ایک طرف پیار و محبت ہے تو دوسری طرف غرض، ایک طرف آرام ہے تو دوسری طرف تکلیف، ایک طرف خاموشی اور پر سکون گرہستی ہے تو دوسری طرف سخت محنت، ایک طرف دل اور دوسری طرف دماغ ایک کشمکش جو کسی بھی دل رکھنے والے انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ میرا ڈرامہ یہی کش مکش دکھانے کی ایک کوشش ہے۔(۱۹)

علی محمد لون کا ڈراما "سُیا" انہی ڈراموں کے اثرات کا نتیجہ ہے جو انہوں نے ۱۹۵۵ء میں لوگوں میں سیلاب کی تباہ کاری کے تدارک کا شعور بیدار کرنے کے لیے تحریک شروع ہونے کی صورت میں لکھے تھے۔ بقول مجید مضمر:

> "وزچھے سانی" لون صاحب کا ابتدائی تعمیری زبان کا ڈرامہ مانا جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ یہ ڈرامہ لکھتے وقت اُنہیں "سُیا" لکھنے کا خیال آیا۔ نو سال بعد انہوں نے سیلاب کے موضوع پر "سُیا" لکھنا شروع کیا۔(۲۰)

اگر چہ "سُیا" ڈراما کشمیر کے ماضی کی بھرپور وعکاسی کرتا ہے مگر اس کا موضوع کسی جگہ یا وقت کا پابند نہیں ہے بلکہ یہ انسانی عظمت اور بلندی جیسے ہمہ گیر موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔

"سُیا" کشمیر کے زمانہ قدیم کا وہ کردار ہے جس نے اس سرزمین پر رہنے والوں کے لیے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے یہ ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جس کا بظاہر کسی عام انسان کے ہاتھوں انجام پانا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے روایت ہے کہ سُیا انسان کے روپ میں دیوتا تھا، راج ترنگنی کے مصنف نے بھی اسے ان پتی (دیوتا) ہی کہا ہے کہ جس نے لوگوں کے درد و کرب کو دور کرنے کے لیے اس دھرتی پر جنم لیا اور راجہ اونتی

ور من کے دور میں انسانی ہمدردی کے جذبے اور علم وذہانت کے بل پر لوگوں کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے نجات دلائی۔ نچلی ذات والی چنڈال کے گھر میں پرورش پانے کے باوجود وہ اپنے زمانے کا ذہین آدمی تھا کہ جس نے شاہی خزانے کی مدد سے وتستا (جہلم) کی کھدائی کروائی اور اس کے کناروں پر بند ھ بنوائے۔ اپنے اس غیر معمولی کارنامے نے سُیا کو ایک لازوال کردار بنایا لون کے ڈرامے کا پلاٹ اسی لیجنڈری کردار کے گرد گھومتا ہے۔ اپنی ماں اور اپنی بیوی کے ساتھ سُیا کا جذباتی رشتہ اس کی انسانی سرشت کا استعارہ ہے۔ اسے دریا کی روانی ہموار کرنے کا جنون ہے۔ ایک ایسے ماحول میں کہ جہاں عام آدمی سے لے کر شاہی دربار تک کبھی یا اب کو اپنا مقدر جان کر حالات سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ سیا کا سیلاب کے خلاف قدم اُٹھانا ایک پاگل پن اور جنون ہے۔

وزیر: رازن! سُیا چُھ موت۔

راز: اسہ کھوت تم سُند مژر ٹار۔ تس چُھ مژر آمت اکہ خاص کامہ باپتھ۔ سُہ چھ متیومت اکہ آدر شیہ، اکہ مقصد باپتھ۔ بڈ باگوان موت گژھ آسُن! بڈ کلیان کاری موت۔

ترجمہ: وزیر: (راجہ سے بات کرتے ہوئے) سُیا دیوانہ ہے۔

راجہ: (درباریوں سے کہتے ہوئے) ہمیں اس کا یہ دیوانہ پن پسند آیا ہے۔ اس پر خاص کام کے لیے دیوانگی طاری ہوئی ہے۔ وہ ایک خاص مقصد کے لیے دیوانہ ہوا ہے۔ وہ بڑا خوش نصیب دیوانہ ہے۔ بڑا کام کرنے والی دیوانگی ہے یہ۔(۲۱)

مجید مضمر "سُیا" کی شخصیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سُیا کی غیر معمولی ذہانت، سیلاب سے لڑنے کی دُھن، مادر کشمیر سے اس کی بے پناہ محبت، اس کا عزم اور حوصلہ اور اس کے ساتھ ساتھ رشتوں کا پاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیوتا صفت ہونے کے باوجود سیا کے سینے میں انسان کا دل دھڑکتا ہے۔(۲۲)

علی محمد لون اُن ادیبوں میں سے تھے جو ایک فلاحی معاشرے کا خواب دیکھتے ہیں۔ انسان دوستی کا جذبہ اور معاشرے کی خوشحالی کا ارمان ہی "سُیا" کی تخلیق کا محرک ہے۔

راجہ اونتی ور من (۸۵۲ء سے ۹۰۰ء) کا دور کشمیر کی تاریخ کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں کشمیر کی ترقی و فلاح کے کئی اقدامات کئے گئے۔ انہی دنوں کشمیر میں سیلاب ایسی قدرتی آفات تھی کہ جس پر قابو پانا ناممکن نظر آتا تھا۔ اس ڈرامے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کشمیر کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لیے مستقل اور پائیدار حل ڈھونڈا جائے جو کہ سُیا جہلم کے کناروں پر بند ھ باندھ کر پیش کرتا ہے۔

علی محمد لون کے ڈراما "سُیا" کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ لون صاحب نے اس موضوع کا انتخاب کیا جو تاریخی ہونے کے ساتھ ساتھ موجودہ زمانے کے مسائل کی بھرپور نمائندگی کر رہا تھا۔ دریائے جہلم میں سیلاب کا یہ واقعہ اگر صدیوں پہلے تھا تو صدیوں بعد بھی جہلم ایسی ہی صورتحال کی ترجمانی کر رہا ہے۔ لون صاحب نے دریائے جہلم کو کشمیر کی تہذیبی زندگی اور سماجی و سیاسی نشیب و فراز کا گواہ بنا کر پیش کیا ہے اور اس میں آنے والے سیلاب انہی نشیب و فراز کو پیش کرتے ہیں۔ علی محمد لون نے "سُیا" ڈرامے میں انسانی عروج وزوال کو بیان کیا ہے۔ "سُیا" انسانی ہمت، حوصلے اور قربانی کی علامت ہے۔ یہی ساری خوبیاں ایک انسان کو ایک عظیم انسان بناتی ہیں اور اُس کی زندگی کو معانی بخشتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) پران کشور، کشمیری ڈراما، مشمولہ ہمارا ادب، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈمی، ۲۰۱۰ء)، ۲۵۳۔

(۲) ناجی منور، شفیع شوق، نوو کاشر ادبک تواریخ، (سرینگر: شعبہ کشمیری، کشمیر یونیورسٹی، ۱۹۹۲ء)، ۲۹۳۔

(۳) علی محمد لون، مضمون غبارِ کاروان، رسالہ آج کل، (سری نگر: ۱۹۷۲ء)، ۱۴۔۱۵۔

(۴) علی محمد لون، بئہ۔ علی محمد لون مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈمی، ۲۰۰۹ء)، ۱۸۔

(۵) رسول پونپر، روٹ اچھر والوچھ موختے ہارلون، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکادمی، ۲۰۰۹ء)، ۴۰۔

(۶) بھوانی بشیر یاسر، کشیر منز ڈرامہ تہ علی محمد لون، مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکادمی، ۲۰۰۹ء)، ۶۰۔

(۷) ڈاکٹر حسرت حسین، ژہمہ صدی ہند اکھ بوڈادیب، علی محمد لون، مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈیمی، ۲۰۰۹ء)، ۲۰۵۔

(۸) مکھن لال صراف، کشیر منز ڈرامہ تحریک، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈمی، ۱۹۹۹ء)، ۳۴۹۔

(۹) بھوانی بشیر یاسر، کشیر منز ڈرامہ تہ علی محمد لون، مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر، کلچرل اکادمی، ۲۰۰۹ء)، ۵۱۔

10. Ananda Lal, (Edi.), The Oxford Companion to Indian Theater, Oxford University Press 2004, Page, 373.

(۱۱) بھوانی بشیر یاسر، کشیر منز ڈرامہ تہ علی محمد لون، مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر، کلچرل اکادمی، ۲۰۰۹ء)، ۵۴۔

(۱۲) شمیم احمد شمیم، آئینہ (اخبار)، (سرینگر: ۱۹۶۸ء)، ۹۔

(۱۳) بھوانی بشیر یاسر، کشیر منز ڈرامہ تہ علی محمد لون، مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر، کلچرل اکادمی، ۲۰۰۹ء)، ۶۰۔

(۱۴) ظفر اقبال منہاس (نگران)، شیراز (علی محمد لون نمبر)، (سرینگر: جموں وکشمیر، ۲۰۰۹ء)، ۲۳۲۔

(۱۵) مجید مضمر، سُیا، اکھ مطالعہ، مشمولہ انہار، (سرینگر: کاشر ڈیپارٹمنٹ، کشمیر یونیورسٹی، ۱۹۹۹ء)، ۱۴۴۔

(۱۶) اوتار کرشن رازدان، کاشر ڈرامہ نویسی ہند گاشہ تاڑکھ۔ علی محمد لون، مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈمی، ۲۰۰۹ء)، ۱۶۸۔

(۱۷) مجید مضمر، سُیا، اکھ مطالعہ، مشمولہ انہار، (سرینگر: کاشر ڈیپارٹمنٹ، کشمیر یونیورسٹی، ۱۹۹۹ء)، ۱۶۱۔

(۱۸) علی محمد لون، سُیا مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈمی، ۱۹۷۳ء)، ۱۔

(۱۹) ایضاً، ۱۱-۱۲۔

(۲۰) مجید مضمر، سُیا، اکھ مطالعہ، مشمولہ انہار، (سرینگر: کاشر ڈیپارٹمنٹ، کشمیر یونیورسٹی، ۱۹۹۹ء)، ۱۴۴۔۱۴۵۔

(۲۱) علی محمد لون، سُیا مشمولہ شیراز، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈمی، ۱۹۷۳ء)، ۳۷۔

(۲۲) مجید مضمر، کشمیر ڈرامہ روایت و تجربے، مشمولہ ہمارا ادب، (سرینگر: جموں وکشمیر کلچرل اکادمی، ۲۰۱۰ء)، ۱۶۴۔

References

1. Pran Kishor, Kashmiri Drama, Mashmoola Hamara Adab, Jammu o Kashmir Cultural Academy, Srinagar, 2010, p. 253.
2. Naji Manwar, Shafi Shauq, Novo Kashar Adabuk Tawarikh, Srinagar, Shoba Kashmiri, Kashmir University, 1992, p. 293.
3. Ali Muhammad Lone, Mazmoon Ghubar-e-Karwan, Risala Aaj Kal, Srinagar, 1972, p. 14 aur 15.
4. Ali Muhammad Lone, Baih, Ali Muhammad Lone, Mashmoola Shiraz, Jammu o Kashmir Cultural Academy, Srinagar, 2009, p. 18.
5. Rasool Ponpur, Root Achhar Walo Chhu Mokhte Har-Lon, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2009, p. 40.
6. Bhawani Bashir Yasir, Kashir Manz Drama Teh Ali Muhammad Lone, Mashmoola Shiraz, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2009, p.60.
7. Dr. Hasrat Hussain, Wo Hama Sadi Hindakh Boda Dib, Ali Muhammad Lone, Mashmoola Shiraz, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2009, p.205.
8. Makhan Lal Saraf, Kashir Manz Drama Tehreek, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 1999, p. 349.
9. Bhawani Bashir Yasir, Kashir Manz Drama Teh Ali Muhammad Lone, Mashmoola Shiraz, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2009, p.51.
10. Ananda Lal (Edited), The Oxford Companion to Indian Theater, Oxford University Press, 2004, Page 373.
11. Bhawani Bashir Yasir, Kashir Manz Drama Teh Ali Muhammad Lone, Mashmoola Shiraz, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2009, p.54.
12. Shamim Ahmad Shamim, Aaina (Akhbar), Srinagar, 1968, p. 9.
13. Bhawani Bashir Yasir, Kashir Manz Drama Teh Ali Muhammad Lone, Mashmoola Shiraz, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2009, p.60.
14. Zafar Iqbal Manhas (Nigran), Shiraz (Ali Muhammad Lone Number), Srinagar, Jammu o Kashmir, 2009, p. 232.
15. Majid Muzmir, Suya, Akh Mutala, Mashmoola Anhar, Srinagar, Kashar Department, Kashmir University, 1999, p. 144.
16. O Tarkrishan Razdan, Kashar Drama Nawisi Hindgash Taarukh, Ali Muhammad Lone, Mashmoola Shiraz, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2009, p. 168.
17. Majid Muzmir, Suya, Akh Mutala, Mashmoola Anhar, Srinagar, Kashar Department, Kashmir University, 1999, p. 161.
18. Ali Muhammad Lone, Suya, Mashmoola Shiraz, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 1973, p. 1.
19. Aiza, p. 11–12.
20. Majid Muzmir, Suya, Akh Mutala, Mashmoola Anhar, Srinagar, Kashar Department, Kashmir University, 1999, pp. 144–145.
21. Ali Muhammad Lone, Suya, Mashmoola Shiraz, Jammu o Kashmir Cultural Academy, Srinagar, 1973, p. 37.
22. Majid Muzmir, Kashmiri Drama Riwayat o Tajurbe, Mashmoola Hamara Adab, Srinagar, Jammu o Kashmir Cultural Academy, 2010, p. 164.

❖❖❖